© rasailojaraid.com

پاکستان میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس

اور

میرے مشاہدات و تاثرات

(۱)

سعید احمد اکبر آبادی

پاکستان کی بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ یوں تو ہندوستان میں متعدد اصحاب کے نام آیا تھا لیکن شریک ہم چار اشخاص ہی ہو سکے میں سب سے پہلے یعنی ۴ رمارچ کو ہی پہنچ گیا تھا، جناب حکیم عبد الحمید صاحب مع بیگم صاحبہ کے ۸ر کو لاہور پہنچے اور اس تاریخ سے آخر تک برابر شریک رہے، مولانا قاری محمد طیب صاحب اور جناب سید صباح الدین عبد الرحمٰن صاحب علی الترتیب ۹ رکو پہنچے اور صرف کراچی کے جلسوں میں شرکت کر سکے، دوسرے حضرات کی طرح مجھ کو دعوت نامہ جنوری کی شروع تاریخوں میں ہی مل گیا تھا، پاسپورٹ میرے پاس پہلے سے موجود تھا، وہاں جانے کے لئے گورنمنٹ کی اجازت ضروری تھی، اس لئے ایک طرف گورنمنٹ کو اس دعوت نامہ کی اطلاع دے دی گئی اور دوسری طرف دعوت نامہ کی منظوری اور اس سلسلہ کے دوسرے مطلوبہ کاغذات سوئس امبسی کی معرفت پاکستان بھیج کر میں اطمینان سے بیٹھ گیا کہ اب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر ویزا آتا ہے تو جاؤں گا ورنہ نہیں، میں نے خود ویزا کی درخواست نہیں دی۔

روانگی | دن گذرتے جا رہے تھے لیکن ویزا کی کوئی خیر خبر نہیں تھی، جب کانفرنس کے شروع ہونے کی تاریخ سر پر ہی آگئی تو بعض دوستوں نے کہا کہ مجھ کو دعوت نامہ کی منظوری کے ساتھ ہی ویزا کی درخواست کا فارم خانہ پری کر کے بھیجنا چاہئے تھا، اگر اسے نہیں بھیجا ہے تو پھر ویزا کیا؟ مگر میں کہتا تھا کہ ہر داعی ملک کا فرض ہے کہ از خود ویزا بھیجے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، یکم مارچ کو سویز امبیسی نے اچانک مطلع کیا کہ ویزا آگیا ہے، میں چار بجے کے بعد وہاں پہنچا اور فارم کی رسمی خانہ پری کے بعد اسے لے آیا، دوسرے دن یعنی ۲ مارچ کو میں نے ہر چند کوشش کی کہ فرنٹیر میل میں رزرویشن مل جاتے لیکن ۷ مارچ سے پہلے اس کا امکان نہ تھا، آخر ۳ مارچ کو نظام الدین ریلوے اسٹیشن سے بارہ بجے دن کے ایک بہت تیز رفتار اور آرام دہ ٹرین امرتسر فلائنگ میل کے نام سے چلنے لگی ہے، میں اللہ کا نام لے کر اس سے روانہ ہوگیا، نئی دہلی کے اسٹیشن پر مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی اور مولوی عبد الحی صاحب فاروقی اور میرے بچوں نے الوداع کہا، سفر میں سامان ہمیشہ بہت ہلکا پھلکا رکھتا ہوں، کھانے کا وقت ہوا تو کسی اسٹیشن پر کچھ پھل خرید کر گذارہ کر لیا، ٹرین ٹھیک ۹ بجے امرتسر پہنچ گئی، پلیٹ فارم پر اتر کر ارادہ کیا کہ ریلوے ریٹائرنگ روم چلوں۔ مگر معلوم ہوا کہ وہاں کوئی جگہ خالی نہیں ہے، اس لئے اسٹیشن سے متصل ہی پیلیس نام کا ایک وسیع اور کشادہ ہوٹل ہے وہاں چلا گیا اور ایک کمرہ لے کر مقیم ہوگیا۔

بورڈر | شب بھر آرام سے سویا، صبح اٹھ کر اپنے معمولات پورے کئے، ناشتہ سے فارغ ہوا اخبار پڑھا، جو کتاب ساتھ تھی اس کا مطالعہ کیا اور (دفتر برہان میں جو کتابیں برائے تبصرہ آتی ہیں میں ان کا مطالعہ عموماً سفر میں کرتا ہوں) نو بجے ایک ٹیکسی لے کر بورڈر پہنچا، خیال تھا کہ میں سابقین اولین میں سے ہوں گا۔ مگر یہاں دیکھا مسافروں کا کافی ہجوم ہے اور ان میں اکثریت افغانستان جانے والوں کی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ساز و سامان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انبار ہے۔" میں اپنا پاسپورٹ حوالہ کرکے کسٹم کے انتظار میں باہر ایک بنچ پر بیٹھ گیا، ایک گھنٹہ تک انتظار کرنے پر بھی جب میری باری نہیں آئی تو میں اندر گیا اور کسٹم آفیسر سے جو ایک شریف اور ہمدرد سکھ تھے گفتگو کی، انھوں نے فوراً مسکرا کے کہا: "بہت اچھا! سامان لے آئیے۔" میرا سامان ہی کیا تھا ایک سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ، قلی نے اُٹھا کر اُن کے سامنے رکھ دیا، انھوں نے دونوں پر ایک نگاہ ڈالی اور کسی عدد کو کھلواتے بغیر اسے پاس کر دیا، میں اُن کا شکریہ ادا کرکے روانہ ہوا اور ارضِ غیر مملکتی (No man's Land) میں سے گزرتا ہوا پاکستانی بورڈر میں داخل ہوا، یہاں سب سے پہلے سابقہ ہیلتھ سکشن سے ہوا، افسر متعلقہ نے کہا: "ہیلتھ سرٹیفکٹ دکھائیے۔" میں نے کہا: جلدی میں چلا ہوں، اس لئے حاصل نہ کر سکا" اُس نے منہ بنا کر کہا: تو آپ واپس جائیے، سرٹیفکٹ کے بغیر تو کوئی یہاں سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔" میں نے نہایت سنجیدگی اور متانت سے جواب دیا، بہت بہتر ہے، میں ابھی واپس جاتا ہوں لیکن آپ میرا یہ پیغام مولانا کوثر نیازی کو پہنچا دیں کہ میں اُن کی دعوت پر یہاں تک آیا تھا اور اب تندرستی کا سرٹیفکٹ نہ ہونے کے باعث واپس بھیجا جا رہا ہوں' میری طرف سے معذرت!" موصوف نے یہ سن کر فوراً کہا: اچھا! تو اب آپ تشریف لے جائیں۔" میں نے شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھا اور

مسٹر غلام محی الدین جابری

اُس عمارت میں داخل ہوا جہاں کسٹم وغیرہ کے بہت سے دفاتر ہیں اور جہاں پاسپورٹ کی جانچ ہوتی ہے وہاں جا کر پاسپورٹ حوالہ کیا، افسر متعلقہ دوسرے لوگوں کے پاسپورٹ دیکھ دیکھ کر واپس کر رہے تھے، لیکن انھوں نے میرا پاسپورٹ واپس نہیں کیا اور کسٹم کے ہال میں انتظار کرنے کو کہا، میں ابھی ہال میں کھڑا ہوا ہی تھا کہ اچانک وجیہ، خوش وضع، اعلیٰ درجہ کے سوٹ میں ملبوس ایک صاحب ہال میں داخل ہو کر میری طرف بڑھے اور بڑے تپاک سے "السلام علیکم! مولانا!" کہہ کر مصافحہ کیا اور مجھے ساتھ لے کر دفتر میں آ گئے، دفتر میں داخل ہوتے وقت میں نے اُن کے نام کی پلیٹ پر نگاہ ڈالی تو معلوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا کہ ان کا نام مسٹر غلام محی الدین صابری ہے اور کسٹم کے افسر اعلیٰ ہیں، کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد جب گفتگو شروع ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ وہ مشرقی یوپی کے ایک نامور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی پیدائش وہیں کی ہے، علی گڑھ کے گریجویٹ ہیں، انھوں نے کہا: میرے آپ سے دو رشتے ہیں ایک یہ کہ میں آپ کا برہان عرصہ سے پڑھ رہا ہوں، آپ کی متعدد کتابیں بھی پڑھی ہیں اور ریڈیو پر آپ کی جو تقریریں ہوتی رہی ہیں وہ سب سُنی ہیں، اور دوسرا رشتہ یہ ہے کہ آپ کے داماد اسلم (پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور) میرے عزیز دوست ہیں: اس وقت یہاں چند اور اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے، صابری صاحب نے میرا اُن سے تعارف کرایا تھا۔ اُن میں ایک صاحب چودھری برکت علی تھے جو غیر ملکی ڈاک (Foreign post.) کے سپرنٹنڈنٹ ہیں، انھوں نے اپنا کارڈ مجھے دیتے ہوئے کہا کہ میرا تعلق اسی محکمہ سے ہے جس کے ذریعہ آپ کا برہان اور ہندوستان کے دوسرے اخبارات و رسائل پاکستان پہنچتے ہیں اور آپ نے ابھی صابری صاحب سے شکایت کی ہے کہ برہان نہیں معلوم کیوں پاکستان نہیں پہنچ رہا ہے، اس لئے میں اس مسئلہ کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں " میں نے کہا، فرمائیے " وہ بولے کہ ایک عرصہ کے تعطل کے بعد جب ہندوستان اور پاکستان میں اخبارات و رسائل اور کتابوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہوا تو بعض لوگوں نے اس کا ناجائز فائدہ حاصل کرنا شروع کر دیا مثلاً اس آڑ میں فلمیں وغیرہ اسمگل کرنے لگے، جب ہمارے علم میں یہ بات آئی تو ہم نے ڈاک روکنی شروع کر دی، نتیجہ یہ ہوا کہ چند مہینوں میں اخبارات و رسائل کے انبار لگ گئے اور ہمارے کئی کمرے ان سے اَٹ گئے، اب ہم نے گورنمنٹ کو اس صورتِ حال سے مطلع کیا تو ابھی پچھلے دنوں وزیر اعظم مسٹر بھٹو نے حکم خاص ہم کو بھیجا ہے کہ ڈاک کی آمد و رفت حسب سابق جاری کر دی جائے، چنانچہ میرا محکمہ اس پر تیزی سے عمل کر رہا ہے اور مہینوں کی رکی ہوئی ڈاک کو سرانجام دینے کے لئے ہمیں عملہ میں عارضی طور پر کچھ اضافہ بھی کرنا پڑا ہے، چودھری صاحب نے یہ داستان سنانے کے بعد مجھ کو یقین دلایا کہ اب کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ اطمینان رکھیں، میں نے چودھری صاحب سے ملاقات پر اظہار مسرت اور حسن بے تکلفی اور کرم گستری سے انھوں نے گفتگو کی تھی اُس کا شکریہ ادا کیا اتنے میں کافی مع اپنے لوازم کے آگئی اور ہم نے اس سے شغل کیا۔

لاہور میں اب صرف مرحلہ ایک یہ باقی رہ گیا تھا کہ لاہور کس طرح پہنچنا ہوگا، کیوں کہ روا روی میں چلنے کے باعث میں کسی کو کوئی اطلاع نہیں دے سکا تھا صابری صاحب نے میاں اسلم کو ٹیلیفون بھی کیا مگر وہ کلاس روم میں تھے اس لئے بات نہ ہو سکی لیکن کارساز مطلق کی کارسازی کے قربان جائیے کہ آج صبح جناب حکیم عبدالحمید صاحب نے اپنے برادر خورد حکیم محمد سعید صاحب، جو اس وقت اسلام آباد میں تھے اُن سے ٹیلیفون پر گفتگو کی اور اسی میں ازراہِ کرم اُن کو میرے پہنچنے کی اطلاع بھی دے دی۔ اب حکیم محمد سعید صاحب نے فوراً اپنے ہمدرد آفس، لاہور کو ٹیلیفون کیا اور میرے لئے بورڈر پر کار بھیجنے کا حکم دیا، چنانچہ صابری صاحب نے ابھی ٹیلیفون ہاتھ سے رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی اور ہمدرد آفس نے کار بھیجنے کی اطلاع دی، تھوڑی دیر میں ہمدرد آفس کے ایک نہایت شائستہ و بائستہ افسر جناب اصغر خان صاحب کار لے کر پہنچ گئے اور میں صابری صاحب کی عنایات و الطاف کا شکریہ ادا کرکے اور اُن سے رخصت ہو کر لاہور کے لئے روانہ ہوا، پہلے سیدھا ہمدرد آفس آیا جو مال روڈ پر ایک شان دار بلڈنگ میں قائم ہے، یہاں جناب اشرف صبوحی صاحب اور عملہ کے دوسرے اصحاب منتظر تھے اُن سے ملاقات ہوئی، اشرف صبوحی صاحب میرے دیرینہ عزیز دوست ہیں، دلی کی بیگماتی اور ٹکسالی زبان کے ماہر اور اس سلسلہ میں کئی کتابوں اور درجنوں مقالات کے مصنف ہیں، بے حد بذلہ سنج اور لطیفہ گو ہیں، بات بات میں لطائف و ظرائف کہتے ہیں ایک عرصہ کے بعد اُن سے اور ہمدرد آفس کے دوسرے احباب سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، اگر میں چاہتا تو اسی وقت اسلام آباد جا سکتا تھا، لیکن اس خیال سے کہ وہاں مقالات کی نشست تو ختم ہو گئی ہوگی اور کل سے کانفرنس لاہور میں ہو رہی ہے، میں نے لاہور میں ہی ٹھہر جانے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ اب میں ہمدرد کی ہی کار میں سمن آباد اپنی بچی کے یہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اہلیہ ڈاکٹر محمد اسلم) کے گھر آیا، بلا اطلاع کے اچانک پہنچ جانے سے سب کو بے حد خوشی ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد میاں اسلم بھی یونیورسٹی سے آ گئے،

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی کھانا کھا کر ابھی ذرا کمر سیدھی کی ہی تھی کہ مولانا محمد جعفر شاہ صاحب پھلواروی تشریف لے آئے، مولانا نہایت وسیع النظر عالم اور بلند پایہ مصنف ہیں ان کا شمار آزاد خیال علما میں ہوتا ہے، کسی کو ان کے افکار سے اتفاق ہو یا نہ ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ جو کچھ لکھتے تحقیق سے اور حوالہ سے لکھتے ہیں، پھر بڑی بات یہ ہے کہ معلومات مستحضر ہیں اس لئے گفتگو بھی مدلل کرتے ہیں، اُردو زبان کے نامور ادیب ہیں، ایک عرصہ تک ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور سے وابستہ رہے، اب اس سے سبکدوش ہو کر کراچی منتقل ہو گئے ہیں، مجھ سے ان کو دیرینہ اخلاص و محبت کا تعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ جو نہی ان کو میری آمد کی اطلاع ہوئی ازراہِ کرم فوراً تشریف لے آئے، مولانا کی گفتگو ہمیشہ علمی ہوتی ہے، آج کل پاکستان میں شیعہ اور سُنّی تنازعہ اور کشمکش بہت زوروں پر ہے اور اس سلسلہ میں سنّیوں کی طرف سے عدالت میں ایک مقدمہ بھی چل رہا ہے، اثنائے گفتگو میں اس کا ذکر آ گیا تو مولانا نے اس کشمکش کے مذہبی اور تاریخی اسباب پر مختصر مگر جامع اور مدلل تقریر کی اور تھوڑی بہت جو کسر رہ گئی تھی اُس کو میاں اسلم کی عالمانہ اور فاضلانہ تقریر نے پورا کر دیا، میں دونوں کی تقریریں خاموشی سے سُنتا رہا لیکن اُمّتِ مرحومہ کی حالتِ زار اور مستقبل کے اندیشوں کے خیال سے دِل خون کے آنسو رو رہا تھا مگر کیا کیجئے، خدا کی حکمتیں خدا ہی جانتا ہے، آج یہ نئی بات نہیں، پوری تاریخ اسلام میں یہ بلکہ اس سے بھی عظیم فتنے ہر دور میں برپا رہے ہیں، اَللّٰھُمَّ اعاذنا اللہ عنہا۔

شام ہمدرد یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ۳½ بج گئے، میاں اسلم نے کہا کہ چار بجے شام ہمدرد ہے اُس میں جانا ہے شام ہمدرد کے نام سے ہمدرد فاؤنڈیشن کی طرف سے ایک نہایت مفید علمی اور ادبی مجلس کا سلسلہ سالہا سال سے جاری ہے، یہ مجلس باری باری سے ہر ہفتہ کراچی، پشاور، اسلام آباد اور لاہور میں بڑے اہتمام و انتظام سے مقامی انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں منعقد ہوتی ہے، پروگرام یہ ہوتا ہے کہ پہلے سے مقرر کئے ہوئے عنوان پر کسی ماہر فن اور اسکالر کا مقالہ ہوتا ہے اس کے بعد اُس پر سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور پھر نہایت پر تکلف چائے اور اُس کے لوازمات سے شرکائے مجلس کی تواضع ہوتی ہے، کم وبیش ڈیڑھ سو دو سو ارباب علم اور اصحاب ذوق مدعو ہوتے ہیں مقالہ یا تقریر کا موضوع عموماً اسلامی اور علمی ہوتا ہے، حکیم محمد سعید صاحب اگر پاکستان میں ہوتے ہیں تو شہر بشہر ہر مجلس میں خود شریک ہوتے، بلکہ اُس روز صبح سے شام تک وہاں مطب بھی کرتے ہیں جس سے ہزاروں بندگانِ خدا کو فائدہ ہوتا ہے۔

مولانا سے رخصت ہو کر میں اور میاں اسلم ایک دوست کی کار میں انٹر کونٹی نینٹل ہوٹل پہنچے (یہی وہ ہوٹل ہے جس میں سیرت کانفرنس کے سب مندوبین اسلام آباد سے آکر مقیم ہونے والے تھے اور کانفرنس بھی اس کے ایک ہال میں منعقد ہونے والی تھی) میں ۶۹ء میں جب پاکستان آیا تھا اُس وقت بھی لاہور اور کراچی کی شام ہمدرد میں شریک ہوا تھا، آج یہ تیسرا موقع تھا، ہال میں داخل ہوا ہی تھا کہ اچانک لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید سے آنکھیں دو چار ہوئیں، وہ ادبدا کے کرسی سے اُٹھے اور فرط مسرت سے ہنستے ہوئے مجھ سے بغلگیر ہو گئے (ان کا تذکرہ آگے آتا ہے) پھر چند اور اصحاب سے علیک سلیک اور مزاج پرسی ہوئی، میں اور خواجہ صاحب کرسیوں پر بیٹھے ہی تھے کہ مجلس کی کارروائی شروع ہو گئی قرآن مجید کی تلاوت کے بعد، حکیم محمد سعید صاحب کی اسلام آباد میں مصروفیت کے باعث اُن کی قائم مقامی میں ایک مختصر تقریر صدر جلسہ پروفیسر سراج الدین سابق پروفیسر انگریزی پنجاب یونیورسٹی، وپرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور اور آج کی شام کے فاضل مقرر (جن کا نام افسوس ہے ٹھیک یاد نہیں رہا۔ غالباً "کارنیواس" تھا یہ پاکستان ہائیکورٹ کے ریٹائرڈ جج تھے) کے تعارف اور اُن کے شکریہ میں اشرف صبوحی صاحب نے کی، اب مقالہ شروع ہوا جو انگریزی میں تھا اور اُس کا موضوع تھا "ریاست اور اخلاق" مقالہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افلاطون کے نظریۂ سیاست اور مغربی مفکرین کے افکار و آراء سے بحث کرنے کے بعد قرآن مجید کی آیات، اور امام غزالی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیانات و تصریحات کی روشنی میں موضوع بحث پر سیر حاصل گفتگو کی گئی تھی، فاضل مقرر اگرچہ عیسائی ہیں اُن کا اسلامیات کا مطالعہ وسیع اور ٹھوس ہے، انھوں نے یہ ثابت کیا تھا کہ ریاست کے لئے اخلاق کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے، پورا مقالہ پُر مغز اور مدلل تھا، سب نے اسے کامل توجہ اور غور سے سُنا۔

اس کے بعد جناب صدر کی تقریر ہوئی اور پھر ہمدرد کی طرف سے رسمی شکریہ کے بعد نشست ختم ہوگئی، اب حسب معمول چائے کا دور شروع ہوا تو لاہور کے اور بہت سے قدیم و جدید احباب سے ملاقات ہوئی، لاہور میں علمی اور ادبی رشتہ سے میرے مخلص دوستوں اور قدر دانوں کا حلقہ بہت وسیع ہے، ان میں سے اس وقت جن حضرات کے نام یاد رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر رانا احسان الٰہی، جسٹس ایس۔ اے رحمٰن، ڈاکٹر سعید شیخ، (ڈائرکٹر ادارۂ ثقافتِ اسلامی) ڈاکٹر معزالدین (ڈائرکٹر اقبال اکادمی) شاہد حسین صاحب رزاقی، شیخ نذیر حسین چودھری، سید وزیر حسن عابدی۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو لاہور کی علمی، ادبی اور ثقافتی زندگی کا روحِ رواں کہنا چاہیئے۔

ہوٹل میں ان دوستوں سے مل ملا کر میاں اسلم کے ساتھ میں گھر واپس آیا اور تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر ٹیکسی سے مع سامان کے پھر اسی ہوٹل میں واپس آگیا جہاں کل صبح سے لاہور کا کانفرنس سیشن شروع ہونے والا تھا، ہوٹل میں ایک کمرہ میرے لئے پہلے سے رزرو ڈ تھا، میں اس میں مقیم ہوگیا، ہوٹل میں سکورٹی کے انتظامات اعلیٰ قسم کے تھے کوئی شخص جو ہم سے ملنے آتا تھا اُس پر کڑی نگاہ رکھی جاتی تھی اور چوبیس گھنٹہ پہرا رہتا تھا،

لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید خواجہ صاحب میرے نہایت دیرینہ عزیز دوست ہیں، اُن کے تعلقات مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کے ساتھ بھی ایسے ہی اُس زمانہ سے ہیں جب کہ تقسیم سے قبل وہ گورنمنٹ سروس کے سلسلہ میں میرٹھ چھاؤنی میں ایک شاندار کوٹھی میں رہتے تھے، تقسیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے وقت برما میں تھے، وہاں سے پاکستان چلے گئے، ابھی چند برس ہوئے کہ لاہور میں میو ہاسپٹل کے چیف ایڈمنسٹریٹر کے عہدہ سے سبکدوش ہو کر لاہور میں رہ پڑے ہیں یہاں چھاؤنی میں الرشید کے نام سے ایک شاندار اور خوبصورت کوٹھی بنوالی ہے اُس میں رہتے ہیں، پاکستان کی اعلیٰ علمی اور سرکاری سوسائٹی میں خواجہ صاحب کا بڑا وزن اور وقار ہے، علمی ذوق نہایت بلندپایہ رکھتے ہیں، سائنس اور ڈریسن تو اُن کے فنی مضمون ہیں ہی، اسلامیات، تاریخ، فلسفہ، نفسیات اور انگریزی اور اردو فارسی شعروادب کا بھی بہت وسیع اور تحقیقاتی مطالعہ رکھتے ہیں، قرآن مجید کی تلاوت اور اُس میں تدبّر و تفکر سے بے حد شغف ہے، مولانا عبیداللہ سندھی سے باقاعدہ درسِ قرآن لیا ہے، اور مولانا ابوالکلام آزاد کے نام کے بھی عاشق اور مداح ہیں، اور والہ و شیدا اقبال کے بھی ہیں، اس سلسلہ میں ایک مرتبہ اپنے ان تینوں ممدوحین کا موازنہ کرتے ہوئے انھوں نے بڑی پرلطف بات کہی، کہنے لگے: مولانا عبیداللہ سندھی میں علم ہے مگر شخصیت نہیں، اس کے برخلاف اقبال میں شخصیت ہے مگر علم (قرآن) نہیں، لیکن مولانا ابوالکلام آزاد میں علم بھی ہے اور شخصیت بھی، خواجہ صاحب کا اسلامی نکران تین حضرات کا ہی تعمیر کردہ ہے۔

خواجہ صاحب برہان کے شروع ہی سے نہ صرف خریدار بلکہ بے حد قدردان اور ادارہ کے معاون بھی ہیں، برہان میں متعدد علمی مقالات بھی آپ کے قلم سے نکل چکے ہیں اور ادارہ نے عرصہ ہوا آپ کی ایک بلندپایہ علمی کتاب "معارف الآثار" کے نام سے شائع بھی کی تھی، انگریزی، اردو اور فارسی میں ایک درجن سے زیادہ کتابوں اور کم و بیش دو سو مقالات کے مصنف ہیں جو برصغیر ہند و پاک کے علاوہ بیرونی ممالک کے اخبارات و رسائل میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں، کتابوں اور اسلامی تہذیب و تمدن کے نوادر کے جمع کرنے کا بڑا شوق ہے، چنانچہ موصوف کا ذاتی کتب خانہ اور میوزیم دونوں قابلِ دید ہیں۔ مشاہیرِ عالم نے ان کو دیکھا اور داد دی ہے، غرض کہ ہر اعتبار سے بڑی عجیب و غریب اور قابلِ قدر شخصیت کے مالک ہیں، اگرچہ وضع قطع اور رہن سہن بالکل یورپین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے، لیکن نماز روزہ اوراد و وظائف اور تلاوتِ کلام مجید کے سختی سے پابند ہیں، رمضان میں باقاعدہ شب بیداری کرتے ہیں میں نے کبھی اُن سے پوچھا تو نہیں اور نہ میں کسی سے ایسی بات پوچھنی پسند کرتا ہوں اور نہ کبھی انھوں نے اس کا اظہار کیا، لیکن میرا خیال ہے کہ وہ تہجد کی نماز کے بھی پابند ہیں، میں حیدرآباد دکن میں بھی ایک گھرانہ سے واقف ہوں جس کی تہذیب اور تمدن بالکل یوروپین ہے، یہاں تک کہ لڑکے اور لڑکیاں سب گھر میں بھی انگریزی بولتے ہیں لیکن اس کے باوجود پورا گھر پابندی سے تہجد کی نماز پڑھتا ہے اور اس کے بعد یہ سب مل کر ذکر کرتے ہیں۔ حیدرآباد کے ایک سفر میں میں اُن کی عالی شان کوٹھی میں قیام کرچکا ہوں، برہان میں اس سفر کی روئداد کے ذیل میں مَیں نے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

اُن کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی دین سے بے خبری اور بے حِسی کا کتنا درد ہے! اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوگا جس سے میں خود بھی بے حد متاثر ہوا۔

شام ہمدرد کی تقریب سے فارغ ہوکر جب خواجہ صاحب جانے لگے تو مجھ سے بولے: اب کل (۵ر مارچ) سے تو کانفرنس لاہور میں ہو رہی ہے، آپ صبح سے شام تک اُس میں مصروف رہیں گے، پھر اطمینان کی ملاقات اور گفتگو کیسے اور کب ہو؟ اس کے بعد کہا: آپ کو سحر خیزی کی عادت ہے اور یہی عادت میری بھی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں روزانہ علی الصباح پانچ بجے آجایا کروں، میں نے کہا: بہت خوب! اس سے بہتر ملاقات کا وقت اور کون سا ہوسکتا ہے چنانچہ اس قرارداد کے مطابق خواجہ صاحب کار میں بیٹھ صبح منہ اندھیرے ہی پہنچ گئے، اس وقت اُن سے اِدھر اُدھر کی دسیوں باتیں ہوئیں: نظیری نے اسی جیسے موقع کے لئے کہا ہے:

چہ خوش است از دو یک دل سر حرف باز کردن
سخن گذشتہ گفتن گلہ را دراز کردن

وحشت کلکتوی نے اسی مضمون کو اردو میں اس طرح ادا کیا ہے۔

مزا آتا اگر گذری ہوئی باتوں کا افسانہ! کہیں سے ہم بیاں کرتے، کہیں سے تم بیاں کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں سنانے کے قابل جو بات ہے کہ خواجہ صاحب اُس وقت آئے تو میرے لئے ایک قیمتی تحفہ اور اپنی انگریزی کی ایک حالیہ طبع شدہ کتاب لیتے آئے تھے، یہ کتاب کافی ضخیم ہے اور اس کا نام ہے "اسلامی فکر کے اقدار کا از سرِ نو جائزہ" (Re-evaluation of Islamic Thought) ، درحقیقت یہ کتاب چند مقالات کا مجموعہ ہے جو پاکستان ٹائمز میں نکلتے رہے تھے، ان میں سب سے بڑا مقالہ جو کئی ابواب پر مشتمل ہے یہی ہے اس لئے کتاب کا نام اسی سے منسوب ہے، خواجہ صاحب نے اس کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کیا ہے اور اس سلسلہ میں جو عبارت لکھی ہے اُردو میں اس کا خلاصہ اور ترجمہ یہ ہے،

"انتہائی عاجزی اور نیاز مندی کے ساتھ یہ کتاب ایک حقیر نذرانہ ہے مقدس پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو قیامت کے دن امت کے خلاف فریاد کناں ہو کر فرمائیں گے: یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا" (الفرقان) اے میرے رب میری امت نے اس قرآن کو ترک کئے ہی رکھا"

میں اس کتاب کو کھول کر اُس کا انتساب پڑھنے لگا اور ابھی مندرجہ بالا آیت پڑھنی شروع کی ہی تھی کہ اچانک خواجہ صاحب کی چیخ نکلی اور دھاڑیں مار مار کر روتے لگے اور دیر تک روتے رہے، میں نے بہت ضبط کیا، آخر کار میرے اشک بھی رواں ہو گئے، میں نے دل میں کہا: اسلام کا درد، حضور سے عشق و محبت اور مسلمانوں کے دین سے بعد اور دوری کا غم اور کرب! یہ سب اللہ کی دین ہے، جبہ و دستار اور جامۂ زہد و پارسائی سے اس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد خواجہ صاحب چلے گئے اور کانفرنس میں شرکت اور دوبارہ ملاقات کا وعدہ کر گئے۔

(باقی)

© rasailojaraid.com